

جو اللہ کے پیغام کی تبلیغ کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے خوف نہیں کھاتے۔  
(احزاب ۳۹)

زینبؓ نے رومیؒ کی یہ جملہ کلمات کو

طوفان سے بچا کر حسینی چراغ کو

# نبیؐ کی نواسیؓ

السلام عليك يا زينب الكبرى

اگر فردوسِ رومی زینب است  
بین است و بین است و بین است

مرکز افکار اسلامی

پوسٹ بکس ۶۲۱، راولپنڈی

0300-1731272, 0302-5230406

بسمہ تعالیٰ

کربلا کی دکھتی ریت پر بہتر پیاسوں نے خونِ جگر نچھاور کیا اور ناصر دین خدا بنے۔ ان جانثاروں کے لاشے اٹھانے والا سردار وارثِ انبیاءؑ کہلوایا۔ یہ سردار سب قربانیاں پیش کر کے بہتر لاشوں کے درمیان کھڑے ہو کر ایک ایک کا نام لے کر مدد کے لئے پکارتا ہے۔ وہاں کی خاموشی پر قیامت تک کے غیوروں کو صدا دی ”هَلْ مِنْ تَائِبٍ يَنْصُرُنَا“ مجھے اکبر جیسے بیٹے اور عباس جیسے بھائی کے بعد اپنی زندگی نہیں چاہیے مجھے اس مشن کی زندگی چاہیے جس کے لیے ان کو فدا کیا یعنی رب کے دین کی بقاء اور حیات چاہیے۔ ہے کوئی اس مقصد میں میری مدد کرنے والا؟

مقصد او حفظ آئین است و بس

کربلا کے اُس صحرا سے بلند ہونے والی صدا میں غیوروں کو جگانے کے لئے اب تک ہواؤں میں گونج کر کہہ رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں:

کربلا آئی ہے بالین پر تجھے جگانے کے لئے

ہاں جو صدا آج تک غیور ذہنوں کو بیدار کر رہی ہے وہی صدا چند قدموں پر کھڑی غیور ماں کی غیور بیٹی، شیر خدا کی شیر دل بیٹی، نبی کی نواسی نے اپنے خیمے میں سنی۔ وہی مخدومہ جس کے لیے کہا گیا۔

جب کبھی غیرت انسان کا سوال آتا ہے بنت زہراء تیرے پردے کا خیال آتا ہے

ادھر حریت کے سردار کی صدا ”قَدْ قُتِلَ الْحُسَيْنُ“ کے غوغا سے خاموشی ہوئی اور ادھر قہقہوں کی آواز میں سے سنائی دیا جانے لگا۔

لوٹو تبرکات علی و بتول کو قیدی بنا کے لے چلو آل رسولؐ کو

قاتلوں کی فوج نے خیموں کو آگ لگا کر اپنی فتح کا چراغاں کیا۔ نبی کی اولاد کے مردوں کے سر تن سے جدا ہو چکے تھے اب نبی زاد یوں کے سر بے ردا کر دئے گئے۔ ”نبی کی نواسی“ نے اپنا مشن

اُس قربانی سے شروع کیا، وہ قربانی جسے سید سجاد نے سب سے بڑی قربانی قرار دیا اور سب سے

زیادہ جس پر روئے۔ اب پردے کے تقاضے نے جل مرنے پر مجبور کیا مگر امامؑ کے حکم کی اطاعت بجالاتے ہوئے بھائی کے قاتلوں کے سامنے آگئی۔ یتیموں اور بیواؤں کو موت کی بھٹی سے نکال کر باہر لائی اور پھر وقت کے امامؑ کو جھکی ہوئی پشت پر اٹھا کر شعلوں سے بچالائی۔ شجاعتِ علویؑ کی وارث بی بی نے اپنے جہاد کا عمل رجز پڑھا کہ اب امامت کی حفاظت میرا مشن ہے۔

شام غریباں اور گیارہ محرم کی تاریخ انسانیت کی سخت ترین رات تھی اُس میں بی بی نے اپنی فوج کو اس جہاد کے یوں سبق پڑھائے کہ پھر ہر موڑ پر ہر مشکل سے وہ ٹکراتے رہے اور اپنے سردار کی جرات کے آئینہ دار بن گئے۔ بھوک سے نڈھال بچوں کو کھانا جو دیا گیا تو صد ابلند کر کے اپنا تعارف کرایا ”ہم پر صدقہ حرام ہے۔“

گیارہ محرم کا سورج طلوع ہوا تو مصائب اور بڑھے۔ مقتولوں کے وارث قیدی بنا کر مقتل میں لائے گئے۔ ہدایت کا چراغ اپنے کٹے ہوئے پروانوں کے درمیان بکھرا پڑا تھا۔ ”نبی کی نواسی“ بھائی کو تلاش کر کے مدینہ کا رخ کر کے نانا کو کہتی ہے ”نانا! آپ پر ملائکہ سلام کرتے تھے یہ آپ کا حسینؑ ہے، خون میں لت پت، کٹے ہوئے اعضاء۔۔ اور تیری بیٹیاں بے ردا“۔ مخدومہ شہید امامؑ سے باتیں کر رہی تھی کہ اونٹ کی پشت پر پابندِ رسن امام زمانہؑ کے چہرے پر موت کی زردی چھانے لگی۔ امام وقت کی حفاظت کے لیے وہاں پہنچی۔ امامؑ کو تسلی دی۔ پھر اپنے قافلہ کو کہاں کہاں سے اٹھایا، کیسے اکٹھا کیا۔ بھائی کی میت کو ہاتھوں پر لیا اور رب سے مخاطب ہو کر کہتی ہے ”اے اللہ ہماری اس قربانی کو قبول فرما۔“

شعلوں سے امام سجادؑ کو بچایا، تین سال کے امام باقرؑ کو ساتھ لیا اور کربلا کی خون آلود خاک سے بھائی کے پیغام کو بلند کیا اور یہ کہہ کر کربلا سے چلی۔

جو بچ گیا تیری مقتل سے وہ کام میری ردا کرے گی

بھائی سے عہد کر کے چلی کہ حسینؑ آپ کی صدا ”هَلْ مِنْ نَّاصِرٍ“ پر لبیک کہہ کر عزاداری کا وہ پودا

کاشت کر کے جا رہی ہوں جس سے قیامت تک کے غیور شمر حاصل کرتے رہیں گے اور کربلا سے حریت، جرات، عزت اور غیرت کے فکری پھل تقسیم ہوتے رہیں گے۔ مخدومہ اس انداز سے چلیں کہ گویا:

”مقتل ہے رواں زینب خود دار کے ساتھ“

”نبیؐ کے نواسی“ نبیوں کی محنتوں کو بچانے پیاروں کی مقتل سے کوفہ چلی، جہاں اس کے بھائی کو جانے سے روک دیا گیا تھا۔ بھائی کے پیغام کی مفسر و محافظ بن کر سفر حسینی کو رکھنے نہ دیا۔ شجاعت و ہمت علوی کا انداز اپنا کر ظلم و ستم کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کر دیا۔ باپ کے لہجے میں اسی کوفہ میں پہلا خطبہ دینا شروع کیا جہاں باپ دور حکومت میں خطبہ دیتے تھے۔ کیا طرز گفتگو تھا! کہ امیر المؤمنین علیؑ کے صحابی عبداللہ بن عقیف کو بھی پوچھنا پڑا کہ علیؑ کا کون سا بیٹا بول رہا ہے۔

ابن زیاد نے جو گستاخانہ انداز میں کہا ”حمد ہے اس ذات کی جس نے آپ کو ذلیل کیا“ جواب میں مخدومہ فرماتی ہیں ”حمد ہے اس ذات کی جس نے نبوت کے ذریعہ ہمیں کرامت بخشی اور درود و سلام ہو میرے بابا محمد پر“۔ عبید اللہ بن زیاد کے دربار کا ماحول مقصد کے بیان سے بی بی کو نہ روک سکا اور پھر اپنے تعارف میں ”ابی محمد“ کی لفظ استعمال کر کے بتا دیا میں محمد کی بیٹی ہوں۔ کاروان رسالت کی مبلغ ہوں۔

بحرانوں اور طوفانوں میں دین کو کیسے بچانا اور دنیا والوں تک پہنچانا ہے یہ روش اور جرات علیؑ کی بیٹی سے سیکھنی چاہیے۔ ابن زیاد نے طنز کا نشتر چلاتے ہوئے پوچھا ”اللہ نے آپ کے بھائی کے ساتھ جو کچھ کیا اسے کیسے پایا؟“۔ آتش نمرود میں جاتے ہوئے خلیل خدا کے یقین بھرے جملات کو اپنے انداز سے دہرا کر فرماتی ہیں: ”وہ اپنا فریضہ جہاد ادا کرتے ہوئے اپنے قدموں سے مقتل کو چل کر گئے اور میں نے رب سے اچھائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا“۔ کوفہ میں یوں انقلاب کی بنیاد رکھی کہ بہت کم مدت بعد انہی محلات میں انہی حکمرانوں کے سر کاٹ کر لائے جا رہے

تھے۔ کوفہ کے حکمرانوں کے سر جھکاتی ہوئی دمشق روانہ ہوئی۔ مشکل سفر تھا مگر:

لے کر اٹھی جو غیرت شبیر کا علم

توڑیں یزیدیت کی چٹانیں قدم قدم

دکھوں اور دردوں کی درجنوں منزلیں طے کر کے وہاں پہنچی جہاں کی حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے سید الشہداء سے بیعت طلب کی گئی تھی اور انکار پر سر کاٹا گیا تھا۔ اس انداز میں پہنچی کہ گردن میں اسیری کی رسن ہے۔ سر کھلا ہے اور ہاتھ بندھے ہیں۔ یتیم اور بیوائیں ساتھ ہیں۔ ادھر فتح کا جشن منانے اور طاقت کا نشہ دکھانے کے لئے شام کے زعماء، حکومتوں کے سفراء، فوج کے سردار جمع کئے جا چکے ہیں۔ سچے ہوئے تخت کے زینے پر حکومت کا نشہ پکا کرنے کے لئے نبی کے نواسے کا سر رکھا ہوا ہے اور چھڑی سے بے ادبی کی جارہی ہے۔

اب شیر خدا کی شیر دل بیٹی نے ادھر ماحول کو دیکھا۔ ادھر اپنے فریضے کا سوچا تو فصاحت و بلاغت اور جرات و شجاعتِ علیٰ کو استعمال کرنا شروع کیا۔ یہ الفاظ نہیں بلکہ ذوالفقار کی دھار سے بھی تیز وار تھے۔ فرماتی ہیں۔ ”اے ہمارے آزاد کردہ غلام کے بیٹے! ہمارے مردوں کو قتل کر کے اور ہمیں اسیر بنا کر تو سمجھتا ہے کہ تو نے اپنا مقام بڑھا لیا ہے۔ خدا کی قسم مجھے فریضے کی ادائیگی نے مجبور کیا ہے کہ تجھ سے بولوں ورنہ میں تجھے اس سے گھٹیا اور حقیر سمجھتی ہوں کہ تجھ سے بات کروں۔ اے یزید! تو اپنا مکرو چالاکیاں استعمال کر لے، اپنا زور خرچ کر لے، اپنی سعی و کوشش استعمال کر لے، مگر یاد رکھ! نہ تو ہمارا ذکر مٹا سکتا ہے، نہ ہمارے پیغام پر پردہ ڈال سکتا ہے، نہ ہماری منزل و مقام کو پاسکتا ہے اور نہ اپنے گریبان پر لگے مظالم کے دھبوں کو قیامت تک دھوسکتا ہے۔“

سیدہ کا یہ خطبہ عزا داروں کے لئے عزا داری کے دستور و آئین کا مقام رکھتا ہے۔ اس خطبہ میں پیغام ہے:

(1) بار بار مقتل سے آتی ہے صدا چپ نہ رہو چپ نہ رہو۔

(2) دشمن کی طاقت سے مرعوب نہ ہو بلکہ مشکلات سے ٹکرا کر پیغام کر بلا سناؤ۔

(3) حق کے پیغامات تلواروں اور ہتھیاروں سے نہیں بلکہ قوت عمل و عقیدے سے پھلتے ہیں۔

(4) آلِ محمد کا پیغام وہی پیغام قرآن ہے پیغام قرآن سے لو، بیانِ علیؑ سے سیکھو، تدبیرِ شہیدِ کربلا سے پوچھو اور زبان ”نبیؑ کی نواسی“ سے مانگ لو۔ کوئی اور راہ نظر نہ آئے تو سیدِ سجادؑ کا اندازِ عزا اپنا کر صحیفہ سجادیہ کے طریقہ سے دعاؤں میں اس پیغام کو عام کرو۔

(5) ”نبیؑ کی نواسی“ کا پیغام ہے کہ جہاں امامت و ولایت کو کمزور کیا جا رہا ہو، ان کی اطاعت و اتباع سے روگردانی کی جا رہی ہو، وہاں عزا دار کا فریضہ ہے کہ ان تذکروں کو عام کرے۔

(6) سوئی ہوئی انسانیت کو حسینی نوحوں اور ماتم کی جھنکار سے بیدار کرو تا کہ ہر قوم پکار اٹھے ہمارے ہیں حسینؑ۔

(7) مصنوعی قہقہوں کو بجھا کر چراغِ ہدایت کو روشن کرو تا کہ بھٹکی ہوئی انسانیت کمال کی راہوں کو پا سکے۔

(8) صبر و استقامت سے مشکلوں اور طوفانوں سے ٹکراتے جاؤ اور اکیلے نہیں دوسروں کو بھی قافلے میں ملاتے جاؤ۔

(9) دنیا کے شور و غوغا سے منہ موڑ کر صدائے حسینی کو غور سے سنو اور توجہ کرو کہ امامؑ ہم سے کیا مانگ رہے ہیں۔

(10) اپنی صفوں کو منظم کر کے، یک زباں ہو کر ایک ساتھ ماتمی ہاتھ بلند کر کے کہو ”لبیک یا حسینؑ“۔

مثل شبیرؑ جو پیغام عمل دیتے ہیں  
ایسے ہی لوگ زمانے کو بدل دیتے ہیں